پروفیسر اکرام علی ملک

انجمن اسلامیہ امرتسر (۱۸۷۳-۱۹۰۱ء)

یہ امرتسر کے مسلمانوں کی پہلی اہم ترین جماعت تھی۔ امرتسر میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد آباد تھی۔ ۱۸۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق شہر کی کل آبادی ۱۵۱،۸۹۶ میں ان کا تناسب پچاس فی صد تھا۔[1] متعدد افراد تجارت خاص کر پشمینے کا کاروبار کرتے تھے، لیکن دیگر علاقوں کی طرح مجموعی اعتبار سے ان کی حالت پس ماندہ تھی۔ ۱۸۷۲ء میں گزشتہ سال کے لیے محکمہ تعلیم کی سالانہ رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے لیفٹیننٹ گورنر نے سرکاری مدارس میں مسلم طلبا کی نہایت کم تعداد پر حیرانی اور افسوس کا اظہار کیا۔ چنانچہ اس کمی کی تحقیق و تدارک کے لیے اسباب تلاش کرنے کی غرض سے چند مسلم معززین نے اپریل ۱۸۷۳ء میں انجمن کی بنیاد ڈالی۔[2] شروع میں اس کا نام مجلس اسلامیہ امرتسر تھا۔[3] فوری طور پر مسجد میں ایک مدرسہ قائم کر دیا گیا اور پھر نواب صادق محمد خاں والیٔ بہاول پور کی مالی امداد سے اس میں انگریزی کی تعلیم بھی جاری کر دی گئی۔[4] اس میں دنیوی علوم کے علاوہ دینی تعلیم کا خاص انتظام تھا۔ شروع میں انجمن کے مقاصد صرف تعلیمی کوششوں تک محدود تھے۔ لیکن بعد میں ملک و قوم کے بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر ان میں اضافہ کر دیا گیا۔ حکومت کو بھی مختلف مسائل و امور کے بارے میں مقامی انجمنوں اور سوسائٹیوں سے مشاورت کی ضرورت رہتی تھی۔ نیز مسلمانوں کی متعدد رسومات شدید اور فوری طور پر قابلِ اصلاح تھیں۔ چنانچہ دسمبر ۱۸۸۲ء میں قواعد میں ترمیم کر کے یہ مقاصد مرتب کیے گئے۔

---

[1] GAZETTEAR OF THE AMRITSAR DISTRICT 1883-84, PUNJAB GOVERNMENT, TABLE NO. XLIII, P XXIII

[2] REPORT OF THE PUNJAB PROVINCIAL COMMITTEE OF THE EDUCATION COMMISSION, CALCUTTA. 1884, P 146

[3] قواعد انجمن اسلامیہ امرتسر (پنجاب)، ۱۹۲۱ء (بار دوم)، ص ۱

[4] تقریر خواجہ یوسف شاہ، سید احمد خاں کا سفرنامۂ پنجاب، لاہور، ۱۹۷۳، ص ۸۵

(ا) اشاعتِ علوم دینی و علوم مروجہ (ب) اصلاح رفاہِ قوم (ج) اغراضِ قوم کا گورنمنٹ کی خدمت میں عرض کرنا (د) دیگر امور جو قوم کے لیے مفید ہیں، ان کی سعی کرنا اور مناسب وقت میں تجاویز بھی دینا[۵]
اس کے ساتھ ہی اس کا نام بھی تبدیل کر کے انجمن اسلامیہ امرت سر رکھ دیا گیا۔ جون ۱۸۹۶ میں نئے قواعد مرتب کیے گئے اور مقاصد میں مزید دو شقوں کا اضافہ کر دیا گیا یعنی (ل) وقتاً فوقتاً حسبِ ضرورت پولیٹکل غور و خوض کرنا اور پھر تحریک کرنا (ب) اعلیٰ تعلیم کے لیے وظائف کا بہم پہنچانا۔ اس سے انجمن کی حیثیت پر بھی اثر پڑا، اور وہ شہر کے علاوہ صوبے اور ملک کی اہم اور نمائندہ مسلم جماعتوں میں شمار ہونے لگی۔ تمام معاملات کا انتظام انجمن کے ارکان کے سپرد تھا۔ ارکان دو قسم کے تھے، یعنی وہ کارکن جو ماہانہ چندہ دیتے تھے، اور اعزازی جو مجلس میں شریک ہونے سے معذور تھے، لیکن تجاویز بھیج سکتے تھے۔ ان کے لیے چندے کی ادائیگی اختیاری تھی۔ ارکان کی تعداد معین نہ تھی، ہر رکن خود استعفیٰ دینے یا جلسۂ انجمن کی کثرتِ رائے سے اخراج تک مستقل تصور کیا جاتا تھا۔ عہدے داروں میں صدر، نائب صدر، معین، نائب معین، امین اور سپرنٹنڈنٹ جائداد غیر منقولہ شامل تھے۔ ایک فرد دو عہدوں پر بھی فائز ہو سکتا تھا۔ امین کے لیے رکن ہونا ضروری نہ تھا۔ مجلسِ اراکین کا اجلاس ماہِ رمضان اور عشرۂ محرم کے سوا ہر مہینے کم از کم ایک بار ہونا ضروری تھا۔ اس کے فیصلے سادہ کثرتِ رائے سے کیے جاتے تھے۔ انجمن مختلف امور کے لیے سب کمیٹیاں بھی مقرر کر سکتی تھی۔ اس کے ذرائع آمدنی حکومت، امرت سر میونسپل کمیٹی، رؤسا، ریاست بہاول پور اور دیگر اہلِ ثروت کے عطیات و محاصلِ جائیداد پر منحصر تھے۔ سرکاری گرانٹ دنیوی تعلیم کے لیے مخصوص تھی جب کہ ریاستِ بہاول پور کی امداد دینی و دنیوی تعلیم کے لیے خرچ کی جاتی تھی۔ ماہانہ اور دیگر چندوں کو جو وقتاً فوقتاً جمع کیے جاتے تھے، ایک علیحدہ یعنی اتفاقیہ فنڈ میں رکھا جاتا تھا۔ ماہانہ چندے کی رقم معین نہ تھی، لیکن آٹھ آنے سے کم نہ ہوتی تھی۔[۶] ایک اور اہم ذریعہ عیدین کے مواقع پر عطیات، چندوں اور قربانی کی کھالوں سے آمدنی تھا۔[۷] اس کے علاوہ مسلم گھروں سے

---

۵ فہرست انجمن ہائے اسلامیہ ہندوستان مرتبہ منشی نظیر علی، محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا چوتھا سالانہ جلسہ، آگرہ، ۱۸۹۰ء، ص ۱۵
۶ قواعد انجمنِ اسلامیہ امرت سر، ص ۲ - ۱۳
۷ THEODORE BECK TO SYED AHMED KHAN 3 MAY 1886, SELECTED DOCUMENTS FROM THE ALIGARH ARCHIVES, ED. BY YUSUF HUSSAIN,

مٹھی بھر آٹا جمع کرنے سے بھی ایک معقول رقم حاصل ہو جاتی تھی۔ ہر سال دسمبر میں بجٹ تیار ہوتا اور مارچ میں گزشتہ برس کا حساب منظوری کے لیے پیش کیا جاتا تھا۔ ماہانہ اجلاس میں بھی ہر مہینے کا حساب آمدنی اور خرچ پیش کیا جاتا تھا۔ ہر ممبر امین کی موجودگی میں رجسٹر حساب اور دیگر ریکارڈ کی جانچ پڑتال کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ آمدنی اور خرچ کے گوشوارے اور چندہ دہندگان کی رقوم کی فہرستیں انجمن کی رپورٹوں میں بھی شائع کی جاتی تھیں۔ سپرنٹنڈنٹ جائداد کرایہ و آمدنی، شرحِ کرایہ، پیداوارِ اراضی و مرمتِ مکان کا ذمہ وار تھا۔

مدرسۃ المسلمین کا درجہ تھوڑے ہی عرصے میں مڈل اور جولائی ۱۸۸۵ء میں انٹرنس تک بڑھا دیا گیا۔ داخلے کے لیے مذہب کی کوئی پابندی نہ تھی۔ اس کے انتظام کے لیے ایک علیحدہ مینجنگ کمیٹی قائم تھی جس کے عہدے داران و اراکین انجمن خود نامزد کرتی تھی۔ کمیٹی ہیڈ ماسٹر اور مدرسِ دینیات کے علاوہ اساتذہ کا تقرر، نصاب کا انتخاب اور بورڈنگ ہاؤس کا انتظام بھی کرتی تھی۔ فیس والدین کی حیثیت کے مطابق اور عموماً سرکاری مدارس سے کم لی جاتی تھی۔ ذہین اور نادار طلبا کو وظائف بھی دیے جاتے تھے[۵۸] مسلم طلبا کے لیے دینی تعلیم خاص کر نماز کی پابندی لازمی تھی[۵۹] اہلِ سنت و اثنا عشریہ کے لیے مذہبی تعلیم کا علیحدہ انتظام تھا۔ نصاب اور نگرانی کے لیے ہر دو فرقوں کے افراد پر مشتمل کمیٹیاں قائم تھیں۔ مدرسہ دو حصوں پر مشتمل تھا، یعنی اینگلو ورنیکلر سیکشن جس میں انٹرنس تک تعلیم دی جاتی تھی اور شعبۂ دینیات جس میں عربی، فارسی اور کتبِ فقہ و حدیث کے علاوہ طلبا کو مولوی فاضل، منشی فاضل کے امتحانات کے لیے بھی تیار کیا جاتا تھا۔ اس میں کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی۔ اس کی ایک جماعت حفظِ قرآن کے لیے مخصوص تھی۔ اساتذہ سے اوقات کی پابندی سختی سے کروائی جاتی تھی۔ پانچ منٹ تاخیر سے آنے والے استاد کی آدھے دن کی تنخواہ کاٹ لی جاتی تھی، نیز ان سے ملازمت کی میعاد وغیرہ کے بارے میں اقرار نامہ لیا جاتا تھا[۶۰] اس کا نظام مدرسۃ المسلمین علی گڑھ سے کافی حد تک مشابہت رکھتا تھا[۶۱] اس کا ہیڈ ماسٹر ایک قابل انگریز روتھ ویل (ROTH WELL) مقرر تھا۔ ۱۸۸۶ء میں اس میں

---

۵۸ قواعد انجمن اسلامیہ امرت سر، ص ۲، ۲۰، ۲۵

۵۹ اخبار الفقیہہ (امرت سر) ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء

۶۰ قواعد انجمن اسلامیہ امرت سر، ص ۴۹-۶۲

۶۱ EDWARD D. CHURCHILL JR. MUSLIM SOCIETIES OF THE PUNJAB, 1860-1890 THE PUNJAB PAST AND PRESENT. [illegible] PATIALA. P. 83.

چھ سو طلبا زیر تعلیم تھے جن میں تقریباً ایک تہائی غیر مسلم تھے[12]۔ ۱۸۹۹ء – ۱۹۰۰ء میں کل تعداد ۱۶۴۹ میں سے مسلم طلبا کی تعداد ۳۴۴ تھی[13]۔ اس کا شمار صوبے کے کامیاب مدرسوں میں ہوتا تھا۔ اسی لیے محکمہ تعلیم کی متعدد سالانہ رپورٹوں میں اس کی عمدہ کارکردگی، تعلیم، انتظام و نتائج کی تعریف کی گئی ہے۔

انجمن نے صوبے کے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لیے بھی اہم کردار ادا کیا۔ اس نے متعدد مواقع پر مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کے اسباب کو دور کرنے کے لیے حکومت کو توجہ دلانے کی کوشش کی۔ ہنٹر ایجوکیشن کمیشن کو اپنے تفصیلی بیان میں اس نے ان کی تعلیم کے لیے خصوصی وظائف اور مالی امداد کی ضرورت پر زور دیا۔ اس کے مطابق مسلمان اپنی غربت اور اس غلط مفروضے کی وجہ سے کہ انگریزی تعلیم سے ان کے مذہبی اعتقادات پر برے اثرات پڑیں گے، تعلیم کے میدان میں بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ حکومت نے ان وجوہ کے تدارک کے لیے کوئی اقدام اور مناسب ماحول پیدا نہیں کیا تھا۔ انجمن نے تعلیمی اداروں کے انتظام بالخصوص اعلیٰ تعلیم کی ذمے داری سے حکومت کی بے پروائی کی بھی مخالفت کی۔ اس کے نزدیک مقامی آبادی میں اتنا شعور اور صلاحیت پیدا نہیں ہوئی تھی کہ وہ اس ذمہ داری کو خوش اسلوبی سے نبھا سکیں۔ عیسائی مشنریوں کو یہ کام سونپنے سے تعلیمی ترقی پر بُرے اثرات پڑنے کا شدید خطرہ تھا۔ صرف ورنیکلر پرائمری سکولوں کو میونسپل اور ضلع کمیٹیوں کے سپرد کیا جا سکتا تھا۔ انجمن نے پرائمری تعلیم کی ترقی کے لیے پالیسی اور مسئلے کی آڑ لے کر اعلیٰ تعلیم پر توجہ کم کرنے کی بھی مخالفت کی۔ اس نے اردو زبان کو برقرار رکھنے اور ہندوستانی تعلیم یافتہ افراد کے لیے ملازمت کے مواقع وسیع کرنے کی سفارش کی[14]۔ ۱۳ نومبر ۱۸۸۴ء کو انجمن نے وائسرائے لارڈ رپن کو اپنے سپاس نامے میں بھی مسلمانوں کی تعلیم کے لیے خصوصی اقدامات کی درخواست کی۔ اس کے خیال میں مسلمان تعلیمی دوڑ میں اتنے پیچھے رہ گئے تھے کہ خصوصی اور ٹھوس امداد کے بغیر وہ اپنے ہم وطنوں کے شانہ بشانہ نہیں چل سکتے تھے۔ انجمن نے لارڈ رپن کو اپنے دور حکومت کے خاتمے سے قبل اس اہم مسئلے کو حل کرنے کی درخواست کی۔ رپن نے اپنے جواب میں

---

[12] THEODORE BECK to SYED AHMED KHAN op.cit., pp 301-07.

[13] رپورٹ آنریری سیکرٹری، محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا چوتھا سالانہ جلسہ، ص ۵۰۔ ۱۸۹۹ء

[14] REPORT OF THE PUNJAB PROVINCIAL COMMITTEE OF THE EDUCATION COMMISSION, CALCUTTA, PP. 144-149.

انجمن کی تعلیمی کوششوں اور مقاصد کی تعریف کرتے ہوئے اپنے دورِ حکومت میں کسی وقت کے پیشِ نظر اور تعلیم ناخواندگی سے مناسب بندوبست کے بغیر خصوصی مراعات کا تقاضا کرنے سے معذوری کا اظہار کیا۔ مرکزی حکومت نے بلاشبہ مسلمانوں کی تعلیم کو خصوصی مسئلہ تسلیم کر لیا تھا لیکن وہ اپنی بنیادی سفارشات کے ساتھ اپنے جانشین کے لیے چھوڑے جا رہا تھا۔[۱۵] ۲۲ نومبر ۱۸۸۴ء میں انجمن نے پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر سر چارلس ایچیسن کے دورۂ امرتسر کے موقع پر ایک سپاسنامہ پیش کیا جس میں اس سے بنگال کی طرح پنجاب کے مسلمانوں کے لیے بھی خصوصی امداد و مراعات دینے کی درخواست کی گئی۔ سر چارلس ایچیسن نے انجمن اسلامیہ، سکھ سبھا اور ہندو سبھا کو اپنے مشترکہ جواب میں اپنی کوششوں کو جاری رکھتے ہوئے دیگر مسائل مثلاً تعلیم نسواں، رفاہی اداروں کے انتظام اور لوگوں کو طبی سہولتیں مہیا کرنے کی طرف توجہ مبذول کرنے کی تلقین کی۔[۱۶]

انجمن نے متعدد مستحق اور نادار طلبا کو وظائف اور مالی امداد بھی دی۔ ۱۸۸۹ء میں جب یونیورسٹی کے بی۔ اے کے امتحان میں شریک تمام مسلم طلبا ناکام ہو گئے تو اس نے ان کا حوصلہ بڑھانے کے لیے استطاعت نہ رکھنے والے تمام طلبا کو وظائف دینے کی پیشکش کی، چنانچہ پینتالیس روپے کے چندے سے چار طلبا کو وظائف دیے گئے۔ اس کے علاوہ ایک مسلم طالب علم کو دس روپے ماہوار جوبلی سکالرشپ اور مختلف آمدنیوں سے متعدد چھوٹے وظائف بھی دیے جاتے تھے۔[۱۷]

انجمن نے صوبے میں سر سید احمد خاں کے نظریات اور علی گڑھ تحریک کے مقاصد کے فروغ و مقبولیت کے لیے بھی اہم کردار ادا کیا۔ اس کا شمار سر سید احمد خاں کی سرگرم ترین حامی جماعتوں میں ہوتا تھا۔[۱۸] ۱۸۸۴ء کے دورۂ پنجاب کے دوران سر سید احمد خان امرتسر بھی تشریف لائے۔ انجمن نے ان کے استقبال، خاطر مدارات اور مالی امداد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۲۵ جنوری کو ریلوے اسٹیشن پر ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ اسی روز انجمن کے بانی اور صدر خان محمد شاہ نے ان کے اعزاز میں ایک ایوننگ پارٹی دی جس میں معززینِ شہر کی

---

[۱۵] اخبار ٹریبیون (لاہور) ۱۵، ۲۰ نومبر ۱۸۸۴ء [۱۶] ایضاً، ۲۷ نومبر ۱۸۸۶ء

[۱۷] محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا چوتھا سالانہ جلسہ، ص ۵۰، ۵۱

[۱۸] EDWARD D. CHURCHILL : MUSLIM SOCIETIES OF THE PUNJAB 1860 - 1890 . P 78

ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ اگلے روز سر سید نے انجمن کے مدرسے کے جلسۂ تقسیم انعامات کی صدارت کی جسے ان کی آمد تک ملتوی رکھا گیا تھا۔ انھوں نے اپنی تقریر میں انجمن کی کاوشوں اور خدمات کی تعریف کرتے ہوئے مدرسے کے لیے سرکاری اور دیگر بیرونی امداد کے انحصار پر افسوس کا اظہار کیا۔ انھوں نے مسلمانوں کو اپنی تعلیمی کارروائیوں کے لیے اپنی مدد آپ کا اصول اپنانے اور دیگر ہم وطنوں سے برادرانہ تعلقات قائم رکھنے کی تلقین کی۔ اسی جلسے میں مدرسے کے اساتذہ نے بھی سر سید کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا۔ رات کو ٹاؤن ہال میں ایک اور تقریب میں انجمن اسلامیہ اور بزرگانِ امرت سر کی جانب سے ایک ایڈریس اور تقریب کے اختتام پر علی گڑھ کالج کی امداد کے لیے ایک ہزار پچاس روپیہ کا نذرانہ پیش کیا گیا۔ انجمن نے اس مقصد کے لیے مزید ساڑھے چار سو روپے کا بھی وعدہ کیا جسے جلد پورا کر دیا گیا۔[۱۹] ۲۹ جنوری کو سر سید، شیخ غلام حسین اور خواجہ یوسف شاہ کے ہمراہ دوبارہ تشریف لائے اور اسی شام ٹاؤن ہال میں تعلیم اور قومی اتفاق کے موضوع پر لیکچر دیا۔[۲۰] انجمن نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی ترقی اور کامیابی کے لیے بہت مدد کی۔ اس کے متعدد اراکین اس کے اجلاسوں میں شرکت کرتے اور کارروائیوں میں سرگرم حصہ لیتے رہے۔ ۱۸۸۹ء کے اجلاس میں خواجہ یوسف شاہ نے دو قراردادیں پیش کیں۔ دوسری قرارداد میں علی گڑھ کالج کی سیکرٹری شپ کے لیے سید محمود شاہ کی جانشینی کی حمایت کی گئی تھی۔[۲۱] انجمن کے متعدد ممبران نے کانفرنس کے لیے چندے بھی دیے۔ ۱۸۹۰ء میں انجمن نے ضلع امرت سر سے کانفرنس کے لیے ایک سو تین مندوبین منتخب کر کے بھیجے جو اس سال کے لیے شمال مغربی صوبہ جات کے کل نمائندگان کی تعداد سے زیادہ تھے۔[۲۲] انجمن نے کانفرنس کی مقبولیت، نشر و اشاعت اور مقامی طلبا کی مالی امداد اور وظائف کے لیے سٹینڈنگ کمیٹیوں کے قیام کی حمایت کی اور صرف چند انجمنوں کے ساتھ اسے عملی جامہ پہنایا۔[۲۳]

---

[۱۹] سید احمد خاں کا سفر نامۂ پنجاب، ص ۷۷۔۱۱۰ [۲۰] ایضاً، ص ۱۵۲ - ۱۷۵

[۲۱] اخبار پنجاب (امرت سر) ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۹ء

[۲۲] EDWARD D. CHURCHILL, THE MUHAMMADAN EDUCATIONAL CONFERENCE AND THE ALIGARH MOVEMENT 1886-1900, THE PUNJAB PAST AND PRESENT, OCTOBER P 36

[۲۳] عبدالرشید خاں، محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس اور مسلمانوں کی تعلیمی ترقی میں اس کا کردار ۱۸۸۶ء تا ۱۹۰۶ء، پنجاب یونیورسٹی ایم۔ اے تاریخ مقالہ (غیر مطبوعہ) برائے ۱۹۶۹ء، ص ۱۱۵

انجمن نے سرسید احمد خاں کے سیاسی نظریات کی بھی حمایت کی۔ دسمبر ۱۸۸۷ء میں جب سرسید احمد خاں نے انڈین نیشنل کانگریس کی مخالفت کا اعلان کیا تو انجمن نے ایک عام اجلاس منعقد کر کے سرسید احمد خاں کی حمایت اور کانگریس کی مخالفت میں قرار دادیں منظور کیں۔ اس میں سرسید احمد خاں کی کان پور کی تقریر کی کاپیاں منگوا کر امرتسر کے مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔[۲۴] ۱۸۸۸ء میں انجمن نے سرسید احمد خاں کی طرف سے قائم کردہ یونائیٹڈ پیٹرائیٹک (PATRIOTIC) ایسوسی ایشن کی بھی حمایت کی۔ ۲ ستمبر ۱۸۸۸ کو منعقدہ اپنے اجلاس میں اس نے ایسوسی ایشن کے اغراض و مقاصد کی حمایت اور اس سے مکمل اتفاق کا اعلان کیا۔ اس نے اپنے کسی ممبر کی طرف سے کانگریس کے اجلاس یا اس کے حامی افراد کی طرف سے منعقدہ اجلاس میں شرکت کرنے پر اس کی رکنیت ختم کرنے کا بھی فیصلہ کیا۔ ایک اور قرار داد کے ذریعے قوم کو کانگریس کے مضر اثرات اور یونائیٹڈ پیٹرائیٹک ایسوسی ایشن کے فوائد سے آگاہ کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔[۲۵] انجمن نے انڈین کونسلز میں منتخب اراکین کی شمولیت کے لیے بریڈلا بل کی بھی سخت مخالفت کی۔ اس نے فوری طور پر ایک جلسہ منعقد کر کے اس کے خلاف برطانوی پارلیمنٹ کو عرض داشت بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے صدر شیخ غلام حسین نے اس سلسلے میں مسلمانوں کا مشترکہ موقف مرتب کرنے کے لیے سرسید احمد خاں اور سنٹرل نیشنل محمڈن ایسوسی ایشن کے سیکرٹری سید امیر حسن سے رابطہ قائم کیا، جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی طرف سے تین نمائندہ ایڈریس بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا، یعنی سنٹرل نیشنل محمڈن ایسوسی ایشن، بنگال اور انجمن اسلامیہ لاہور، پنجاب کے مسلمانوں کی طرف سے ایڈریس بھیجے جائیں کہ پیٹرائیٹک ایسوسی ایشن کا میموریل کسی صوبے کے لیے محدود نہ ہو۔ انجمن اسلامیہ لاہور نے بھی انجمن اسلامیہ امرتسر کے تیار کردہ میموریل کو معمولی ترمیم کے ساتھ اپنا کر پارلیمنٹ کو بھیجا۔[۲۶] اس میں کانگریس کے پروگرام اور کونسلوں کے لیے اصول انتخاب کے مجوزہ

---

۲۴ HAFEEZ MALIK (ED) POLITICAL PROFILE OF SIR SYED AHMED KHAN - A DOCUMENTARY RECORD, APPENDIX MAHOMEDANS AND THE CONGRESS. LETTER OF MAHOMED SHAFI TO THE PIONEER, ISLAMABAD 1982. PP 390-91

۲۵ اخبار رفیق ہند (لاہور) ۱۵ ستمبر ۱۸۸۸

۲۶ MUHAMMAD YUSAF ABBASI, MUSLIM POLITICS AND LEADERSHIP IN SOUTH ASIA 1876-1892 - ISLAMABAD, 1981 PP 299-300.

اجلاس میں مضر اثرات کی نشان دہی کی گئی تھی۔ مجوزہ بل کی حمایت میں عرض داشت پر صرف بیس مسلمانوں کے دستخط تھے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں متعدد اختلافات پائے جاتے تھے جن کی وجہ سے کئی خونریز فسادات بھی ہو چکے تھے۔ انتخابات کے نفاذ سے ان اختلافات میں مزید اضافے کا اندیشہ تھا۔ ان حالات کے پیش نظر اور ملک کے امن و امان کے لیے نامزدگی کے موجودہ نظام کو برقرار رکھنا ضروری تھا۔[۲۷]

انجمن نے امرتسر میونسپل کمیٹی کے انتخابات اور معاملات میں بھی سرگرم کردار ادا کیا۔ اس کی رکنیت کمیٹی کی ممبرشپ کے لیے ضامن سمجھی جاتی تھی۔ ۱۸۸۳ء میں اس نے کمیٹی کے انتخابات کے انتظامات کے بارے میں ایک عرض داشت پیش کی۔[۲۸] ان انتخابات میں اس نے مسلمانوں کی نمائندگی کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۸۸۸ء میں اس نے ہندو سبھا اور مجلس موحدین اسلام کے ہمراہ کمیٹی کے انتخابات کو مزید تین سال کے لیے ملتوی رکھنے کی درخواست پیش کی۔ اس کے مطابق انتخابات فرقہ وارانہ کشیدگی اور اختلافات کا باعث ثابت ہوتے تھے۔ گزشتہ انتخابات کے دوران بھی خاصی کشیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ موجودہ ممبران نہایت قابل اور موزوں افراد تھے۔ خالی نشستوں کو اسی قوم کے افراد سے نامزدگی کے ذریعے پُر کیا جا سکتا تھا۔ انجمن نے کمیٹی کی بہتر کارکردگی اور انتظام کے لیے ڈپٹی کمشنر اور کمشنر امرتسر نے اس تجویز کی حمایت کی۔ ان کے خیال میں عرض دہندگان شہر کی ہندو اور مسلم آبادی کی اکثریت کی نمائندگی کرتے تھے۔ میونسپل اداروں کے اختیارات میں اضافے کے بعد دونوں قوموں کے درمیان شدید مقابلہ اور چپقلش کی فضا پیدا ہو گئی تھی۔ گزشتہ تین برس کے دوران مقامی انتظامیہ کی مسلسل کوششوں کی وجہ سے امن قائم ہوا تھا۔ انتخابات کے انعقاد سے اس میں دوبارہ خلل پڑنے کا شدید خطرہ تھا۔ ڈپٹی کمشنر نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ نامزدگی کے طریق کار کو قبول نہ کرنے کی صورت میں ان سوسائٹیوں کو اپنے اپنے فرقوں میں انتخاب کر کے ہر حلقے کے لیے تین امیدوار نامزد کرنے کا اختیار دے دیا جائے، جن میں سے ڈپٹی کمشنر ایک شخص کو منتخب کر لے۔ اس طرح انتخاب کے اصول کو برقرار رکھتے ہوئے تصادم کا خطرہ ٹل سکتا تھا۔ کمشنر نے اس تجویز

۲۷۔ REPORT OF THE SELECT COMMITTEE OF THE HOUSE OF COMMONS ON PUBLIC PETITIONS. 1890, PP. 91-92.

۲۸۔ PUNJAB HOME GENERAL PROCEEDING B NO JULY 1883.

سے اتفاق نہ کیا اور انتخابات کے فیصلے کی صورت میں انھیں مروجہ طریقے کے مطابق ہی منعقد کرنے کی سفارش کی۔ گورنمنٹ نے انجمن اور دیگر لوگوں کی طرف سے انتخابات کے موقعے پر تصادم کے بارے میں ان کی تشویش سے ہمدردی اور اتفاق کرتے ہوئے اس مسئلے کے حل کے لیے کمیٹی کے لیے نئے قواعد تجویز کرنے کی سفارش کی۔ انجمن نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ کمیٹی کے اٹھارہ منتخب ارکان کو ہندوؤں اور مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے اور دونوں کے رائے دہندگان صرف اپنی اپنی قوم کے امیدواروں کو ووٹ دیں۔ نیز کمیٹی کے دو یعنی ایک ہندو اور ایک مسلمان نائب صدر ہوں۔ انھوں نے کمیٹی کے ایک تہائی ممبروں کو ہر سال سبکدوش کرنے کے طریقے کو بھی ختم کرنے کی سفارش کی۔ یہ تجویز نہایت دور رس نتائج کی حامل اور دیگر میونسپل کمیٹیوں میں مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخاب کے نفاذ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

انجمن نے سرکاری ملازمتوں پر اہلِ ہند کی زیادہ سے زیادہ تعداد مقرر کرنے کی بھی سفارش کی۔ پبلک سروس کمیشن کو بیان دیتے ہوئے انجمن نے موجودہ نظام کو ملک کے ابھرتے ہوئے متوسط طبقے کے لیے انتہائی غیر تسلی بخش قرار دیا۔ اس کے مطابق تعلیمی ترقی اور معاشی خوش حالی کے پیشِ نظر ملک کے امورِ حکومت و انتظام میں زیادہ حصہ اور قابلِ عزت مقام کے لیے ان میں پیدا ہونے والی خواہشات عین قدرتی اور جائز تھیں۔ انجمن نے اہلِ ہند کی اصلاح میں بھی ترمیم کی ضرورت پر زور دیا۔ اس کے مطابق اس میں صرف انہی افراد کو شامل کرنا چاہیے جو کافی عرصے سے ہندوستان میں رہائش پذیر تھے اور جن پر ہندوستانی فوجداری قانون مساوی طور پر لاگو ہوتا تھا۔ دوسرے الفاظ میں اس میں برطانوی سلطنت میں شامل دیگر اقوام و ہندوستان میں آباد یوریشین (EURASIAN) نسل کو شامل نہیں کرنا چاہیے۔

انجمن کے بانیوں میں آغا قلب عابد اعزازی اسسٹنٹ کمشنر، منشی محمد مہدی خاں سابق وزیر اعظم بہاولپور، خان بہادر خان محمد شاہ خاں اعزازی مجسٹریٹ، خان بہادر میاں محمد جان اعزازی مجسٹریٹ، حاجی سیف الدین رئیس، خان بہادر شیخ غلام حسن اعزازی مجسٹریٹ اور میاں اسد اللہ اعزازی مجسٹریٹ شامل تھے[۲۹]۔ اگرچہ اس کے ارکین کی تعداد وسیع نہ تھی لیکن اس میں شہر کے اکثر مسلم معززین شامل تھے۔ تشکیل اور کارکردگی کی وجہ سے اسے شہر بالخصوص مسلمانوں میں ایک نمائندہ مقام حاصل تھا۔ اس کے ارکین کی تعداد پچاس کے قریب تھی اور ان میں مسلمانوں کے

---

[۲۹] قواعد انجمنِ اسلامیہ، امرتسر، ص ۱

ہر طبقے کے افراد شامل تھے۔ اس کے سرکردہ اراکین میں حاجی غلام حسن ممبر ایجوکیشن کمشن، شیخ حسن اعزازی مجسٹریٹ، خواجہ یوسف شاہ رئیس و اعزازی مجسٹریٹ، میاں اسد اللہ وکیل، شیخ غلام محمد اعزازی مجسٹریٹ، خواجہ ظہور شاہ، حاجی شیخ بڈھا تاجر، شیخ غلام صادق، خواجہ غلام حسن، خواجہ احمد حسن اور منشی محکم الدین شامل تھے۔

انجمن اسلامیہ لاہور کی طرح یہ انجمن بھی برطانوی حکومت سے وفاداری کی حامی تھی۔ ۱۸۸۲ء میں ملکہ وکٹوریہ پر حملے کے موقع پر اس نے اپنے غم و ہمدردی کے جذبات پر مبنی ایک ایڈریس بھیجا۔ نواب صادق محمد والی بہاولپور کی وفات پر بھی اس نے اپنے گہرے دکھ کا اظہار کیا۔[۳۰] اس نے عیسائی مشنریوں کی اسلام دشمن کارروائیوں کے تدارک کے لیے بھی اہم کردار ادا کیا۔ ۱۸۹۸ء میں اس نے احمد شائق کی کتاب "امہات المومنین" کے خلاف زبردست غم و غصے کا اظہار کیا اور حکومت سے اس کی ضبطی کے لیے پُرزور مطالبہ کیا۔[۳۱] انجمن کو بعض اوقات مختلف حلقوں کی طرف سے تنقید و مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ مثال کے طور پر ۱۸۹۹ء میں مدرسے کے لیے کھیل کے میدان کے لیے جگہ حاصل کرنے کے لیے پرانے قبرستان کو مسمار کرنے کی کارروائی پر نکتہ چینی کی گئی۔[۳۲] اخبار چودھویں صدی (راولپنڈی) کے شمارے مورخہ ۲۳ مئی ۱۸۹۶ء میں شائع شدہ ایک خط میں مدرسے کی کارکردگی بالخصوص سرکاری گرانٹ پر انحصار کو ہدف بنایا گیا۔ اس کے مطابق دینیات کی تعلیم کا معیار انتہائی غیر تسلی بخش تھا، نیز انجمن تعلیم کو بہتر بنانے کی بجائے دیگر کارروائیوں پر زیادہ توجہ دیتی تھی۔ مکتوب نگار نے انجمن کے فنڈ کو بنک یا کسی منافع بخش کاروبار میں لگانے کی بجائے امین کے پاس رکھنے کی کارروائی پر بھی نکتہ چینی کی۔ اسی طرح ۲ ستمبر ۱۹۰۱ء کے اخبار وکیل میں شائع شدہ ایک خط میں انجمن کے اراکین کے خلاف اس کی رکنیت کو ذاتی مفاد کے لیے استعمال کرنے کی شکایت کی گئی۔ اپنی چند خامیوں اور نقائص کے باوجود انجمن نے امرت سر اور پنجاب کے مسلمانوں کی تعلیمی، معاشرتی اور اقتصادی ترقی کے لیے اہم کردار ادا کیا۔ اسے ملک کی فعال اور نمائندہ مسلم جماعتوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ انیسویں صدی کے دوسرے حصے میں جب کہ مسلمان اقتصادی بدحالی اور معاشرتی انتشار کا شکار تھے، ان اسلامی انجمنوں نے انھیں خوابِ غفلت سے بیدار کرنے اور ان کی نشاۃ ثانیہ کے لیے اہم کردار ادا کیا۔

---

۳۰ وکیل (امرت سر) ۲۸ فروری ۱۸۹۹

۳۱ THE MUSLIM CHRONICLE (CALCUTTA)) 27 AUGUST 1898.

۳۲ پنجابی اخبار (لاہور) جنوری ۱۸۹۹